

تفہیم الاسلام

(چند مغالطے اور ان کے ازالے)

۱۔ شریعت کی اہمیت

۶۰

۲۔ لایعنیہ کی تفسیر

۶۱

۳۔ حدیث اربعہ کی تفسیر

۶۲

۴۔ امام احمد کی تفسیر

۶۳

۵۔ حدیث اربعہ کی تفسیر

۶۴

۶۔ حدیث اربعہ کی تفسیر

۶۵

۷۔ حدیث اربعہ کی تفسیر

۶۶

۸۔ حدیث اربعہ کی تفسیر

۶۷

حافظ محمد شکیل اوج

تصانیف

حافظ محمد شکیل اوج

- ۱۔ اصول حدیث و تاریخ حدیث = ۴۰
- ۲۔ اصول تفسیر و تاریخ تفسیر = ۲۵
- ۳۔ مسئلہ عید گاہ = ۵
- (فقہ اسلامی کی رو سے ایک علمی جائزہ)
- ۴۔ فقہ حنفی کی جامعیت اور پاکستان میں اس کا نفاذ = ۵
- ۵۔ حروف مقطعات اور ان کے معارف = ۵
- ۶۔ عنوانات اعلیٰ حضرت = ۵
- (اسمائے کتب اعلیٰ حضرت کا علمی جائزہ)
- ۷۔ غزوہ بدر اور حضور اکرمؐ کی جنگی حکمت عملی = ۱۰
- ۸۔ ائمہ مجتہدین کے اختلافات اور انکی نوعیت = ۵
- ۹۔ اسلامی سائنس کے یورپ پر اثرات = ۵
- ۱۰۔ کائنات کی مادی توجیہ اور اسلامی اعتقادات = ۵
- ۱۱۔ تفہیم الاسلام (چند مغالطے اور انکے ازالے) = ۱۰
- ۱۲۔ (تفسیر الماثور اور تفسیر الرائے کی روشنی میں) = ۱۰
- تفسیر ماجدی پر تحقیقی نوٹ
- ۱۳۔ منہاج تحقیق = ۱۰
- (نو آموز تحقیق کاروں کے لیے)

تفہیم الاسلام

(چند مغالطے اور ان کے ازالے)

حافظ محمد شکیل اوج

ایم اے اسلامک اسٹڈیز، ایم اے ابلاغ علم،

فاضل درس نظامی، ایل ایل بی،

اسٹوڈنٹ کلیئر مغلف اسلامیہ، وقت گورنمنٹ لہرو کالج

کراچی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

تفہیم الاسلام (چند مغالطے اور ان کے ازالے)

حافظ محمد کلیل اوج

۱۹۸۹ء

مئی ۱۹۹۳ء

ایک ہزار

شعبہ نشر و اشاعت جامع مسجد نور مصطفیٰ

بسم اللہ ٹاؤن شاہ فیصل کالونی نمبر ۳، کراچی

۱۰/=

موضوع

از قلم

مستند تحریر

مستند اشاعت

بار اول

شائع کردہ

۴=

مطبوعہ المنخرن پرنٹرز، نکتہ رشیدیہ کراچی

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ والہ وسلم بانی اسلام ہیں۔
 بایں خیال اسلام کے منکروں اور دین کے دشمنوں کو یہ کہنے کا موقع مل جاتا ہے کہ
 اسلام 'محمد عربی کا خود ساختہ دین ہے۔ خدا ساختہ نہیں۔ مخالفین خواہ قرن رسالت ماب
 کے ہوں یا قرن مابعد کے' اپنی سائیکالوجی کے اعتبار سے ایک جیسے ہیں۔ عہد رسالت میں
 آنحضرت کی مخالفت میں کفار و مشرکین کا ایک گروہ اس خیال کا تھا کہ قرآن 'محمد عربی کی
 اپنی وضع کردہ کتاب ہے۔ جیسا کہ خود قرآن نے انکا یہ خیال بیان کیا ہے۔

ان هذا الا الکذآب والافتراء و اعلمہ قوم اخرون ○

(الفرقان ۲۵/۴)

ترجمہ :- یہ قرآن اس کے سوا کچھ نہیں کہ (معاذ اللہ) محمد کی اختراع ہے جس کی
 تصنیف میں دوسری جماعت نے اس کی مدد کی ہو۔

قرآن نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ حقیقت تو یہ ہے کہ

لسان الذی یملکون الہ اعجمی و هذا لسان عربی مبین ○

(النحل ۱۶/۱۰۲)

یعنی یہ لوگ جس کی طرف قرآن کی تصنیف میں مدد کی نسبت کرتے ہیں۔ اس کی
 زبان عجمی ہے اور جبکہ یہ (قرآن) صاف اور منجھی ہوئی زبان (عربی) میں ہے۔

میں نے "اسلام" کے بیان کو واضح کرنے کے لئے "قرآن" کا ذکر اس لئے کیا ہے
 کہ قرآن کے بغیر غیر اسلام کی نبوت و رسالت ثابت نہیں ہو سکتی۔ بالفاظ دیگر اسلام کی
 صداقت و دعوت قرآن کے بغیر ناممکن ہے اور قرآن تمام جن و انس کے لئے اللہ کی
 جانب سے ارسال فرمودہ ہدایات و تعلیمات کا وہ مجموعہ ہے کہ جس کی اتباع نہ صرف ان
 پر فرض ہے بلکہ اسی میں ان کی بہتری اور فوز و فلاح کا راز مضمر ہے۔

بہر کیف کفار و مشرکین کی نفسیات کا حامل گروہ آج کے قرن میں بھی موجود ہے اور
 وہ یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ اسلام و قرآن 'محمد عربی کا اپنا ذاتی تخیل اور نظریہ تھا۔ جسے

انہوں نے ایک غیر مرئی ہستی یعنی اللہ تعالیٰ کی جانب منسوب کر دیا اور یوں سادہ فطرت لوگوں کو زیر دام کر لیا (نعوذ باللہ) حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ عربیؐ خدا تعالیٰ کے فرستادہ تھے۔ باری تعالیٰ نے انہیں نبوت و رسالت کا تاج کرامت پہنایا اور اپنے دستور کے مطابق ایک کتاب ہدایت بھی عطا فرمائی جو تا قیامت جمیع انسانیت کے لئے مشعل راہ ہے۔

حضور بانی اسلام نہیں

جہاں تک بانی اسلام کی اصطلاح کا تعلق ہے۔ اس ضمن میں قبل اس کے کہ قرآن کی روشنی میں کچھ عرض کیا جائے۔ تمہیداً یہ بتا دوں کہ دین ان اصولی معتقات و ہدایات کے مجموعے کا نام ہے کہ جو ہر دور کے پیغمبر اور رسول پر نازل ہوئے۔ چنانچہ قرآن کہتا ہے۔

شرع لکم من اللہ ما وصی بہ نوحا والذی اوحینا الیک و ما وصینا بہ ابراہیم و موسیٰ و عسی ان الہموا اللہ ولا تنظروا قولہ۔ الخ ○ (الشوریٰ ۳۲/۱۳)

ترجمہ :- (اللہ نے) تمہارے لئے وہ دین مقرر فرمایا ہے کہ جس کا حکم اس نے نوح کو دیا تھا اور جسے ہم نے بذریعہ وحی (اے محبوب) آپ کی طرف بھیجا ہے اور جس کے قیام کا حکم ہم نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا تھا۔ اس تاکید کے ساتھ کہ اسی دین کو قائم رکھنا اور اس میں فرق نہ ڈالنا۔ اور یہی وہ رسل عظام ہیں کہ جنہیں قرآن نے اولو العزم کے خطاب سے یاد کرتے ہوئے کہا ہے۔

لما صبر کما صبر اولو العزم من الرسل۔ الخ ○ (الاحقاف ۳۶/۳۵)

ترجمہ :- پس (اے محبوب) آپ صبر کیجئے جس طرح اولو العزم رسولوں نے صبر کیا تھا۔

الغرض نوح علیہ السلام، صاحب شرع انبیاء میں سب سے پہلے نبی ہیں قرآن کی رو سے شریعت نوحی، شریعت ابراہیمی، شریعت موسوی، شریعت عیسوی اور شریعت محمدیؐ غرض ان سب شریعتوں کو دین یعنی اسلام کہا جاتا ہے۔ لہذا حضور بانی اسلام نہیں بلکہ داعی اسلام ہیں۔ نہ صرف حضور بلکہ کوئی پیغمبر بھی بانی اسلام نہیں بلکہ داعی اسلام ہے۔

انبیاء اسلام کے عظیم داعی ہیں

حضور کے سوا دیگر نبیوں اور رسولوں کی نبوت و رسالت کے مناصب محدود و متناہی دائروں میں رہے، جس کے متعدد دلائل ہیں مثلاً

وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ — الخ ○ (ابراہیم ۱۳/۴)

ترجمہ :- اور ہم نے ہر رسول کو اس کی قوم کی زبان میں رسول بنا کر بھیجا

وان من امتہ الا خلا فیہا نذیر ○ (فاطر ۲۳/۳۵)

ترجمہ :- اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈرانے والا نہ گزرا ہو۔

ولکل قوم ہاد ○ (الرعد ۷/۱۳)

اور ہر قوم کے لئے ہادی ہوتے چلے آئے ہیں۔

اس لئے ان سب رسولوں، نذیریوں اور ہادیوں کو اسلام کا عظیم داعی کہا جائے گا۔

حضور اسلام کے داعی اعظم ہیں

مگر چوں کہ ہمارے حضور کی نبوت و رسالت زمان و مکان کی حد بندیوں اور پابندیوں سے ماوراء ہے۔ جس کے دلائل بھی متعدد ہیں۔ مثلاً

وما ارسلناک الا رحمۃ اللعالمین ○ (الانبیاء ۲۱/۱۰۷)

اور ہم نے آپ کو کل جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً — الخ ○

(الاعراف ۷/۱۵۸)

آپ فرمائیے اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔

وما ارسلناک الا کالتمہ للناس بشیراً و نذیراً — الخ ○

(السبا ۲۸/۳۳)

اے محبوب ہم نے آپ کو پوری نوع انسانی کے لئے بشیر و نذیر بنا کر بھیجا ہے۔

اس لئے اسلام کی عالمی دعوت کے حوالے سے آنحضور کو اسلام کا داعی اعظم کہا

جائے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

یہاں لائق بیان امر یہ ہے کہ لوگوں میں یہ غلط فہمی مروج ہے کہ وہ تمام نبیوں کی شریعت کو نامکمل سمجھتے ہیں اور حضور کی شریعت کو مکمل گردانتے ہیں۔ ہر چند کہ وہ ایسا

سمجھ کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی عظمت و رفعت کو اجاگر کرتے ہیں مگر گستاخی معاف! یہ انداز فکر سراسر غیر قرآنی ہے۔ ذرا غور تو کیجئے کہ اگر انبیاء کی شریعتیں نامکمل ہیں تو ان کی نبوت کیسے مکمل ہوئی؟ اور جب نبوت ہی نامکمل ہوئی تو ذات نبی کیونکر مکمل ہوگی؟ یہ عقیدہ تو اسلام کے سراسر منافی ہے۔ اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ ہر نبی اپنی ذات میں کامل ہے۔ بایں سبب اس کی نبوت اور شریعت بھی مکمل ہے۔

دین کے لغوی اور اصطلاحی معنی

اس وضاحت کے بعد اب آئیے لفظ دین کی طرف۔ دین کے لغوی معنی جزا کے ہیں۔ دراصل دین کو اس لئے دین کہتے ہیں کہ وہ جزا کا سبب بنتا ہے۔ اسی لئے قیامت کے دن کو ”یوم الدین“ کہا گیا ہے کہ اس میں لوگ اعمال کی جزاء پائیں گے۔ جیسا کہ ارشاد ہوا۔

مالک یوم الدین ○ (الفاتحہ ۱/۳)

ترجمہ :- مالک ہے روز جزا کا

لیکن لغت سے ہٹ کر اگر لفظ دین کو اصطلاحاً دیکھا جائے تو اس سے مراد محض اسلام ہے اور یہ مراد خود قرآن سے ثابت ہے۔ مثلاً ”ارشاد ہوا۔

ومن یتبع غیر الاسلام دینا۔ الخ ○ (آل عمران ۸۵/۳)

ترجمہ :- اور جو اسلام کے سوا کوئی اور دین چاہے گا۔ وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

ووضعت لکم الاسلام دینا۔ الخ (المائدہ ۳/۵)

ترجمہ :- اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین کے پسند کر لیا۔

یہی وجہ ہے کہ اب عرف میں دین سے مراد ہر کس و ناکس اسلام ہی سمجھتا ہے اور صحیح سمجھتا ہے۔ ہر چند کہ ”دین“ کے ساتھ اضافت کی آیات بھی متعدد ہیں۔ مگر ان سے مراد بھی اسلام ہی ہے۔ مثلاً

پہلی آیت

هو انذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهرہ علی الدین

کلمہ۔ الخ ○ ۱۔

۱۔ یہ آیت قرآن مجید میں تین مقامات پر پیغمبر کی شوشے کے فرق کے ساتھ وارد ہوئی ہے۔ پہلا مقام سورہ قہ کی

آیت ۳۳۔ در سراسر مقام سورہ فتح کی آیت ۲۸ اور تیسرا مقام سورہ صف کی آیت ۹ ہے۔

ترجمہ :- وہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا کہ
اسے سب دینوں پر غالب کرے۔
یہاں دین کی اضافت "الحق" کے ساتھ ہے اور مراد اسلام ہے۔

دوسری آیت

وَدَانَتْ النَّاسَ بِلُغْوِنِ فِي دِينِ اللَّهِ الْوَاجِبِ ۝ ۲۷ (النصر ۱۱/۲)
ترجمہ :- اور تم لوگوں کو دیکھو کہ اللہ کے دین میں فوج فوج داخل ہوتے ہیں۔
یہاں دین کی اضافت "اللہ" کے ساتھ ہے اور مراد اسلام ہے۔

تیسری آیت

لَقَدْ وَجَّهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۝ الْخ ۝ (روم ۳۰/۳۰)
ترجمہ :- پس اپنا رخ کر لیں دین کی طرف، پوری یکسوئی کے ساتھ۔
یہاں دین کی اضافت "حنیفًا" کے ساتھ ہے اور دین بمعنی اطاعت کے آیا ہے
اور مراد اسلام ہی ہے۔

چوتھی آیت

فَلِكِ الدِّينِ الْقِيَمَ ۝ الْخ ۝ (روم ۳۰/۳۰)
ترجمہ :- یہی سیدھا دین ہے۔
یہاں دین کی اضافت "قیم" کے ساتھ ہے اور مراد اسلام ہے۔
پانچویں آیت

لَقَدْ وَجَّهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَةَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ

۲۷ دین اللہ کے الفاظ بھی قرآن میں تین مقامات پر وارد ہوئے ہیں۔ پہلا مقام سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۸۳

ہے۔ اَللّٰهُمَّ دِنِ اللّٰهُ يَطْوُونَ ۝ الْخ ۝

ترجمہ :- تو کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں۔

دوسرا مقام سورہ نور کی آیت ۲ ہے۔ وَلَا تَاْخُذْ كُمْ بِهَآ رِآيَةُ فِى دِينِ اللّٰهِ ۝ الْخ ۝

ترجمہ :- اور تمہیں ان پر ترس نہ آئے اللہ کے دین میں۔

اور تیسرا مقام سورہ نحر کی آیت ۲ ہے۔ جَوَّكَ اَوْ رَدَّ كُوْرَ بُوْلَىٰ۔

لخلق الله فلک الدین القيم۔ الخ ○ (روم ۳۰/۳۰)

ترجمہ :- پوری یکسوئی سے آپ اپنا رخ دین کی طرف کر لیں (مضبوطی سے پکڑ لیں) اللہ کی فطرت یعنی دین کو۔ جس پر اس نے لوگوں کو پیدا فرمایا ہے۔ اس تخلیق یعنی فطرت کو نہ بدلنا، پیٹک بھی دین سیدھا ہے۔
یہاں دین کی اضافت ”حنیفا“ نیز ”قیم“ کے ساتھ ہے۔ تاہم فطرۃ اللہ سے مراد بھی دین ہے۔

ہم اسلامیوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام دین فطرت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی مشہور حدیث اس ضمن میں ہماری رہنما ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے۔

کل مولود یولد علی الفطرۃ

ترجمہ :- ہر پیدا ہونے والا الفطرۃ پر پیدا ہوتا ہے۔

الفطرۃ سے مراد یہاں بھی اسلام ہے۔ جیسا کہ حدیث کے اگلے حصے سے اس کی وضاحت ہو جاتی ہے۔

لایہود یہودانہ او ینصرانہ او بمجسانہ

ترجمہ :- پس اس کے والدین اسے یہودی بنادیں، یا نصرانی بنادیں یا مجوسی بنادیں۔

یہاں ”الفطرۃ“ کے مقابلے میں۔ یہودی، عیسائی یا مجوسی بنانے کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ ”الفطرۃ“ کا مفہوم آپ سے آپ واضح ہو گیا۔ جسے آپ ”دین محمد“ سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ کتبِ دینیہ کا مطالعہ ہمیں اس دعاء سے روشناس کراتا ہے، جو اکثر آئمہ و خطباء و اعظمین و مبلغین کے زبان زد بھی ہے۔

اللہم انصر من نصر دین محمد

ترجمہ :- اے اللہ! دین محمد کی نصرت میں ہماری امداد فرما۔

یہاں لفظ محمد دین کے ساتھ بطور اضافت کے آیا ہے اور اس سے مراد اسلام ہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ اسلام اصلاً ”تو دین اللہ ہے لیکن مجازاً دین محمد بھی ہے۔ واضح ہو کہ دین محمد کی اصطلاح سے بانی ”اسلام“ کی اصطلاح کا تعلق ہرگز نہیں۔ بلکہ آج کے دور میں تو اسلام کی صحیح تعبیر ”دین محمد“ سے بہتر کوئی اور نہیں کہ سرکار کی بعثت سے اب تک اور اب سے قیامت تک اسلام کی دعوت اب تو فقط محمد عربی صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ذات گرامی کے حوالے سے ہی ممکن ہے۔ دعوت الی الرسول در حقیقت دعوت الی

اللہ ہی ہے۔ جیسا کہ خود قرآن نے کہا کہ
 وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَالِى الرَّسُوْلُ رَاٰتِ الْمُنَافِقِيْنَ
 يَصْلُوْنَ عَنْكَ صَلُوْدًا ۝ (النساء ۳/۶۱)
 ترجمہ :- اور جب ان سے کہا جائے کہ آؤ اس کتاب کی طرف جو اللہ کی نازل
 کردہ ہے اور آؤ رسول پاک کی طرف تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ آپ سے
 روگردانی کرتے ہوئے منہ موڑ لیتے ہیں۔
 مختصر یہ کہ لفظ دین کے ساتھ اضافت کی آیات آپ نے ملاحظہ فرمائیں۔ ان تمام
 اضافتوں کا ماحصل اور لب لباب دراصل ایک ہی ہے۔

لفظ دین کے ساتھ بطور اضافت کے اور بھی الفاظ قرآن میں آئے ہیں۔ جیسا کہ
 ارشاد ہوا۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَاصُّ ۝ (الزمر ۳/۳۹)
 ترجمہ :- ہاں خالص اللہ ہی کی بندگی ہے۔
 یہاں دین کی اضافت ”الخاص“ کے ساتھ ہے اور دین بمعنی بندگی کے آیا ہے۔
 مَا كَانَ لَهَا خَلَا خَاہُ فِی دِیْنِ الْمَلٰٓئِکَہِ ۝ (الیوسف ۱۲/۷۶)
 ترجمہ :- بادشاہی قانون میں اسے حق نہیں پہنچتا تھا کہ اپنے بھائی کو لے لے۔
 یہاں دین بمعنی قانون کے آیا ہے۔ جس طرح ملک یوم الدین میں
 ”الدین“ بمعنی جزا کے آیا ہے۔ یونہی لکم دینکم ولی دین (الکافرون) میں لفظ
 دین کا استعمال دو مرتبہ ہوا۔ وہاں دین بقول بعض جزاء اور بقول بعض مذہب کے معنی
 میں آیا ہے۔

اصطلاح ادیان کی بحث

آیت مذکورہ (لکم دینکم ولی دین) جہاں اپنی عبارت سے یہ باور کراتی
 ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم مذہب کفار سے اپنی علیحدگی و برات اور اپنے
 مذہب سے ان کی دوری و مجبوری بیان فرمائیں، وہیں اپنی اشارت سے اپنے قارئین و
 سامعین کو ادیان کی اصطلاح سے بھی روشناس کراتی ہے۔ مگر بعض اذہان اس اصطلاح
 کے قائل نہیں۔ وہ چونکہ اسلام کے سوا کسی کو دین ماننے کے لئے تیار ہی نہیں لہذا ان

کے نزدیک یہودیت، عیسائیت، مجوسیت وغیرہ میں سے کسی بھی آئیڈیالوجی کا تقابلی مطالعہ ادیان کی اصطلاح کے ساتھ غلط اور ناراست ہے۔ مگر میں بعض وجوہ کے سبب اصطلاح ادیان کا قائل ہوں۔ سب سے پہلے تو اسی آیت کو لیجئے جس سے یہ بحث نکلی ہے۔

لکم دینکم ولی دین ○ (الکافرون ۱۰۹/۶)

یعنی تمہارا دین تمہارے لئے اور میرا دین میرے لئے۔

پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کا اگر کوئی دین ہے تو کافروں کا بھی کوئی دین ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ان ہر دو میں کس کا دین ”الدین“ ہے۔
یعنی ”المعتبر“ ”الصحيح“ ”المحبوب“ ”الثابت“ ”المرضى“ یا ”المقبول“ دین۔
اسی طرح آیت ذیل کو دیکھئے۔

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین
کلب۔ الخ ○ (التوبہ ۳۳/۹)

ترجمہ :- وہی (یعنی اللہ) ہے کہ جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ (یعنی رسول) اسے سب دینوں پر غالب کرے۔
یہاں الدین کے ساتھ الحق کی اضافت اسلام کی طرف مشیر ہے اور علی الدین کلمہ سے مراد تمام باطل نظریات، نظام ہائے حیات اور تخیلات ہیں۔ جنہیں دین کہا گیا ہے اور کلمہ کی قید جمع کا مفہوم دے رہی ہے۔ جس کا عام معنی ہوگا۔ تمام ادیان واضح ہو کہ یہ آیت، قرآن حکیم میں تین مقامات پر بغیر کسی لفظ تغیر یعنی تقدیم و تاخیر لفظی کے آئی ہے :- ۳ یونہی آیت ذیل کو دیکھئے۔

ومن یتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منه۔ الخ ○

(ال عمران ۸۵/۳)

ترجمہ :- اور جو کوئی اسلام کے سوا کسی اور دین کو چاہے گا۔ وہ (دین) ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ اسلام کے سوا بھی کوئی دین ہے۔ جیسی تو فرمایا گیا کہ اسے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا۔ نیز اسی مفہوم پر یہ آیت بھی جمع کر لیجئے۔

یا اهل الکتاب لا تغلوا فی دینکم۔ الخ ○ (انساء ۳/۳)

ترجمہ :- اے اہل کتاب! تم اپنے دین میں حد سے مت نکلو۔

لہذا یہ امر یا یہ ثبوت کو پہنچ گیا کہ ادیان کی اصطلاح غیر علمی اور خلاف قرآن ہرگز نہیں۔ البتہ تقابل کرتے وقت یہ امر پیش نظر رہے کہ اسلام دین ناسخ (Abrogating) ہے۔ اور یہودیت، عیسائیت، مجوسیت وغیرہ ادیان منسوخ (Abrogated) ہیں۔

در حقیقت اسلام ہی سب کا دین ہے

دین اسلام چونکہ دین فطرت اور آفاقی ہے۔ اس لئے ہر دور کے انسان کو اسی دین کا مکلف بنایا گیا ہے۔ لہذا آج ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان دین کی تعبیر و تشریح کا ایسا منہاج وضع نہ کر لیں کہ جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ مسلمانوں کی اپنے دین پر ایسی اجارہ داری ہے کہ وہ جسے چاہتے ہیں حلقہ بگوش اسلام کرتے ہیں اور جسے چاہتے ہیں نکال باہر کرتے ہیں۔

افسوس صد افسوس کہ آج ہمارے مبلغین و واعظین کا انداز و عطا و تبلیغ کچھ ایسا ہی ہو گیا ہے۔ جبکہ ہونا یہ چاہئے کہ واعظین و مبلغین ادیان دیگر کے متبعین کو درود دل اور سوز دروں کے ساتھ یہ باور کرائیں کہ ان کا دین، اصل میں وہ نہیں ہے کہ جسے انہوں نے اپنے تئیں، صحیح سمجھ کر اختیار کر رکھا ہے بلکہ ان کا دین بھی در حقیقت وہی ہے جو دین مسلمانوں کا ہے اور یہ کہ اس دین پر مسلمانوں کی اجارہ داری ہرگز نہیں۔

اسلام کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ جس طرح خدا سب کا ہے، کوئی اسے مانے یا نہ مانے۔ اسی طرح دین بھی سب کا ہے۔ کوئی اسے تسلیم کرے یا نہ اور یونہی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت بھی سب کے لئے ہے۔ خواہ کوئی آپ پر ایمان لائے یا نہ..... اسی طرح دین اسلام کے غیر پسندیدہ ہونے کا اظہار بھی واقعتاً اس کے غیر پسندیدہ ہونے کو مستلزم نہیں اور یونہی ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت و رسالت کے انکار سے آپ کا نبی خاتم ہونا بھی معرض خطر میں نہیں پڑتا۔

واضح ہو کہ مذکورہ صدر افکار میرے ذہنی ایچ کا آئینہ دار نہیں بلکہ قرآن حکیم سے مستفاد ہیں۔ ذیل میں اس کے ماخذات ملاحظہ ہوں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں فرماتا ہے کہ

الحمد لله رب العلمين ○ (الفاتحہ ۱/۱)

یعنی تمام تعریضات اللہ تعالیٰ کو زیبائیں جو پوری کائنات کا پروردگار ہے۔ مگر کیا یہ

حقیقت نہیں کہ ہر دور میں اللہ کے منکر موجود رہے اور آج بھی ہیں۔ تو کیا ایسے منکرین کی موجودگی میں ہم یہ گمان کر لیں کہ اللہ واقعی ”سب کا“ پروردگار نہیں۔ نہیں ہرگز نہیں۔ اس وقت روئے ارض پر کم و بیش ایک ارب مسلمان موجود ہیں۔ جو وجود باری تعالیٰ نیز اس کی وحدت و توحید کے نہ صرف قائل بلکہ مبلغ ہیں۔ خدا نخواستہ روئے زمین پر اگر ایک مسلمان بھی باقی نہ رہے۔ تب بھی اللہ کا ”پروردگار عالم“ ہونا باطل نہ ہوگا۔ جیسے اندھا ہونے یا آنکھ بند کر لینے سے سورج کا وجود مشتبہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی دل کا اندھا ہو جانے سے بھی خدا کی ربوبیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بلکہ اللہ تو ان کا بھی پروردگار اور پالنے والا تھا۔ جو مدعی ربوبیت ہوئے۔ ○۔ ۴

بدبختی سے اگر آج بھی کوئی سر پھرایا پاگل بزم خویش خدا بن بیٹھے اور خلل دماغ کے باعث ہزاروں افراد اس کے دام فریب میں آجائیں تو بھی سچے خدا کی ربوبیت کو کوئی خطرہ لاحق نہیں۔

دین پسندیدہ صرف اسلام ہے

یہی حال دین اسلام کے پسندیدہ ہونے کا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ان الدين عند الله الاسلام ه۔ الخ ○ (آل عمران ۱۹/۳)

ترجمہ :- بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہی ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں ”عند اللہ“ ایک پوشیدہ لفظ کا ظرف ہے۔ وہ پوشیدہ لفظ کیا ہے۔ اس کے بارے میں علمائے تفسیر مختلف الرائے ہیں۔ کوئی المعتبر بتاتا ہے۔ کوئی الصحيح، کوئی المحبوب، کوئی الثابت، کوئی المرضی اور کوئی المقبول۔۔۔ ان لفظوں میں گو لفظی تغیر ضرور ہے۔ تاہم مرادو معنی سب کا ایک ہے یہی وجہ ہے کہ اس آیت کا یہ معنی کیا جاتا ہے کہ اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین فقط اسلام ہے۔ واضح ہو کہ جس طرح فرعون و نمrod کے ہوتے ہوئے باری تعالیٰ کا رب ہونا مشتبہ نہ ہو سکا تھا۔ اسی طرح یہودیت، عیسائیت اور مجوسیت وغیرہ کے کروڑوں بلکہ اربوں متبعین کی موجودگی کے باوجود دین اسلام کا پسندیدہ ہونا یا اس کا امر حق ہونا کبھی مشتبہ نہیں ہو سکتا۔ خواہ کوئی اسے قبول کرے یا نہ۔ یہ دین اپنے حق ہونے اور پسندیدہ ہونے میں کسی خارجی سہارے کا محتاج نہیں۔

خدا نہ کرے، اگر اس دین کا ایک نام لیوا بھی دنیا میں نہ رہے یعنی سب گمراہ

۴۔ جیسا کہ فرعون نے کہا تھا۔ انا نرکم الا علی ○ یعنی نمrod دین کھانے نے بھی کہا تھا۔ لانا لعی و

اہمیت۔۔۔ الخ ○ (البقرہ ۲۵۸/۲) یعنی میں جلاتا اور مارتا ہوں۔

ہو جائیں اور باطل نظریات و تصورات کو اپنا دین بنالیں، تب بھی اللہ کے نزدیک پسندیدہ دین اسلام ہی رہے گا اور اس کے سوا وہاں کوئی دین بھی قبول نہ کیا جائے گا۔

آنحضورؐ سب کے پیغمبر ہیں

یہی حال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عالمی و آفاقی نبوت و رسالت کا ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین ○ (انبیاء ۱۰۷)

یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً ○ (الاعراف ۱۵۸)

وما ارسلناک الا کالتہ للناس بشیراً و نذیراً --- الخ ○

(السبا ۲۸/۳۳)

هو الذی ارسل رسولہ بالہدی و دین الحق لیظہرہ علی الدین کلہ

--- الخ ○ (الحج ۲۸)

و ارسلناک للناس رسولاً --- الخ ○ (انعام ۷۹)

للعلمین نذیراً ○ (القرآن ۱/۲۵)

واضح ہو کہ جس طرح اللہ تعالیٰ العلمین کا رب ہے۔ اسی طرح حضور العلمین کے لئے رحمت ہیں..... لہذا حضور سب کے نبی ہیں، یعنی آپ صرف مسلمانوں کے پیغمبر نہیں بلکہ عیسائیوں، یہودیوں، مجوسیوں، ہندوؤں وغیرہ کے بھی پیغمبر ہیں۔ خواہ آپ کو اس حیثیت سے تسلیم کیا جائے یا نہیں؟ گویا آپ کی رسالت زمان و مکان کی حد بندیوں سے ماوراء ہو کر جملہ کائنات پر محیط ہے۔ رہا آپ کے بالفعل نبی نہ مانے جانے کا معاملہ تو اس سے آپ کی نبوت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جس طرح خدا کے نہ مانے جانے سے خداوند عالم کی ربوبیت، الوہیت اور مالکیت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

پوری کائنات حضور کی امت ہے

علمائے اسلام نے امت کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک امت دعوت، دوسری امت

اجابت۔ امت دعوت سے مراد وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام کی دعوت دی گئی لیکن وہ مسلمان نہ ہو سکے۔ ان میں کفار و مشرکین، اور اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ اور امت اجابت سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جنہوں نے دعوت اسلام قبول کی۔ ان میں صحابہ اور عامۃ المسلمین غرض بھی شامل ہیں۔ تو گویا معلوم ہوا کہ اس کائنات کا ہر فرد بشر حضور کی امت ہے۔ جیسے کائنات کا کوئی فرد بشر ”اللہ رب العلمین“ کی ربوبیت اور مالکیت سے خارج نہیں، ایسے ہی کوئی فرد بشر حضور کی امت اور آپ کی رحمت سے خارج نہیں۔

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں
شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام

اب جبکہ یہ امر محقق ہو گیا کہ ہم سب حضور کی امت ہیں تو مسلمان اور کافر امتی کے درمیان دعوت و اجابت کے فرق و امتیاز کے لئے یہ تمثیل بڑی مناسب ہوگی کہ مسلمان خود کو قانون اسلامی کا محافظ سمجھیں اور کافروں کو قانون اسلامی کا مجرم..... اور ان کے ساتھ وہی معاملہ کریں جو کسی محافظ کا مجرم سے ہوتا ہے۔

جیسے ریاست میں قانون ملکی کے محافظ، قانون شکنوں کو گرفتار کر کے سزا دیتے ہیں۔ ہر چند کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ قانون شکن بھی اسی ریاست کا شہری ہے، جس ریاست کے وہ خود شہری ہیں۔ پس شہری ہونے میں تو محافظ اور مجرم دونوں برابر ہیں تاہم محافظ ریاست، قانون ملکی کا قبیح ہوتا ہے جبکہ مجرم اس کا مخالف۔

دینی نقطہ نگاہ سے دیکھا جائے تو قریب قریب یہی صورت حال آج کے انسانی معاشرہ کی بھی ہے۔ جہاں کفر و شرک اور بد عملی کے جرائم شب و روز ہو رہے ہیں۔ اب اگر ہر مسلمان خود کو قانون اسلامی کا محافظ سمجھ لے، تو کوئی مجرم ایسا نہیں کہ وہ اپنے جرم پر اصرار کر سکے۔ مگر یہ تو تب ممکن ہے کہ جب مسلمان خود کو دین اسلام میں پورا پورا داخل کریں۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

يا ايها الذين امنوا ادخلوا في السلم كالدخول الخ ○ (البقرہ ۲/۲۰۸)
اے ایمان والو! تم اس نظام خداوندی میں جو امن و سلامتی کا ضامن ہے۔ اجتماعی طور پر پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

مگر آج دکھ اسی بات کا ہے کہ مسلمان قبروں میں چلے گئے ہیں اور اسلام کتابوں میں رہ گیا ہے۔

سب کا پیدائشی دین اسلام ہے

اسلام کے بارے میں اکثر مسلمانوں کو یہ خوش فہمی ہے کہ ان کا اسلام، ان کے لئے مسلم گھرانے میں پیدا ہونے کی وجہ سے کافی ہے۔ بلاشبہ اسلام فقط مسلمان کا نہیں بلکہ ہر انسان کا پیدائشی دین ہے۔ یوں ہر شخص فطری طور پر مسلم ہے۔ مگر کیا پیدائشی اسلام کا یہی مطلب ہے کہ ہم اسلام کو درخور اعتناء نہ جانیں اور دین عملی کسی اور کو بتالیں۔

اسلام ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ وہ انسانی تہذیب و تمدن کا قانون ہے۔ اس کے رشد و ہدایت کا دامن اتنا کشادہ ہے کہ وہ پیدائش سے لیکر موت تک قدم قدم پر وجود انسانی پر سایہ قلن اور کرم گستر رہتا ہے۔ اس لئے حیات انسانی کسی مرحلہ، کسی موڑ پر بھی اسلام سے دامن کشاں نہیں ہو سکتی۔ گویا ایمان

اقرار باللسان و تصدیق بالقلب

کا نام ہے تو اسلام زبانی اقرار اور قلبی تصدیق کے بعد اپنے اعضاء و جوارح اور اعمال و افعال سے ظاہر کرنے کا نام ہے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

ایمان و اسلام اور مومن و مسلم کا فرق

جملہ معترضہ کے طور پر عرض ہے کہ مسلمانوں میں یہ غلط فہمی عام ہے کہ وہ مومن کو، مسلم سے افضل گردانتے ہیں۔ بالفاظ دیگر انہوں نے مسلمانوں کی دو قسمیں کر ڈالیں ہیں۔ جو نیک، صالح، پارسا، متقی، پرہیزگار اور عملی مسلمان ہیں۔ انہیں وہ ”مومن“ سمجھتے ہیں اور جو اس کے برعکس یعنی غیر زاہد، غیر صالح، غیر پارسا، غیر متقی، گنہ گار اور فقط قولی مسلمان ہیں۔ انہیں وہ ”مسلم“ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید سے جا بجا اس نظریے کی غیر معقولیت ثابت ہوتی ہے۔

قرآن کا مطلوب مسلمان تو دراصل وہ انسان ہے، جو مومن ہو۔ جیسا کہ ارشاد

ہوا۔

یا ایہا الذین امنوا اخلوا فی السلم کافہ۔ الخ ○ (البقرہ ۲/۲۰۸)
اے ایمان والو! تم سب کے سب، پورے کے پورے، ہر طرح سے، اسلام کے دائرہ سلامتی میں آ جاؤ۔

وہ لوگ، جو مومن کو مسلم سے افضل سمجھتے ہیں۔ وہ اپنے حق میں اس آیت سے دلیل لاتے ہیں۔ جس میں فرمایا گیا۔

قالت الاعراب امنا قل لم تو منوا ولكن قولوا اسلمنا۔ الخ ○
(الحجرات ۴۹/۱۳)

یہ صحرائیں بدو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ آپ ان سے فرما دیجئے کہ اے اعراب! تم ابھی مومن کے درجے پر نہیں پہنچے ہو، لہذا یہ کہو کہ ہم ظاہراً ”مسلم“ ہو گئے ہیں۔ (یعنی ابھی تم نے صرف اسلامی حکومت کی فرماں پزیری اختیار کی ہے۔)

اس آیت سے دلیل پکڑنا غلط ہے۔ کیونکہ ”اسلمنا“ کا لفظ اصطلاحی مفہوم سے ہٹ کر فقط لغوی اعتبار سے استعمال کیا گیا ہے۔ جس کے معنی ظاہراً ”اطاعت کرنے کے“ ہیں۔ خواہ دل سے مانا جائے یا نہ؟..... نہیں تو اخلوا فی السلم کافہ کا جواب کیا ہو گا۔ جس میں اہل ایمان کو اسلام کی قبولیت کا حکم دیا گیا ہے۔

تحقیقی بات یہ ہے کہ اگر یہاں اسلمنا کا صیغہ لغت سے ہٹ کر اپنے اصطلاحی معنی میں رکھا جائے تو اسلام سے مراد اطاعت بلا ایمان ہوگی، جو عقلی و فطری ہر دو اعتبار سے غلط ہے۔ عقلی اعتبار سے یوں کہ پھر وہ اعمال و افعال یا اطاعت کی وہ ظاہری شکل و صورت کہ جس میں ہم اور کافر مشترک ہیں تو بہ سبب اشتراک عمل، کافروں کو بھی مسلمان کہا جائے۔ جبکہ ایسا کہنا از روئے عقل، خود ان کے نزدیک بھی باطل ہے..... اور فطری اعتبار سے یوں کہ قرآن حکیم میں ایسی آیات متعدد ہیں کہ جو ”اسلام“ سے اطاعت ایمان کے مضمون پر متضمن ہیں۔ جن میں بطور نمونہ، دو ایک یہ ہیں۔

فمن یرد اللہ ان یمہدہ بصرہ للاسلام۔ الخ ○

(انعام ۶/۱۲۶)

ترجمہ :- اور اللہ جسے صحیح راہ دکھانا چاہتا ہے۔ اس کا سینہ اسلام کی قبولیت کے لئے کھول دیتا ہے..... یعنی اسے توفیق ایمان مرحمت فرماتا ہے، جس کے نتیجے میں اس کے

دل میں ایمان کا نور پیدا ہو جاتا ہے۔

قل انی امرت ان اکون اول من اسلام — (الانعام ۶/۱۳) ○
ترجمہ :- آپ فرمادیں کہ اسلام میں شمولیت (نظام خداوندی کی اطاعت) کا
سب سے پہلا امر مجھے ہوا۔

لان اسلاموا فقد هتولوا — (ال عمران ۳/۲۰) ○
ترجمہ :- پس اگر وہ اسلام لے آئیں یعنی نظام خداوندی کی اطاعت کریں تو گویا
انہوں نے ہدایت کو پالیا (یعنی زندگی کی کامرانہوں کی راہیں ان پر کھل گئیں۔)

اس طرح مسلم کا لفظ بھی جن جن معنی میں استعمال ہوا ہے۔ ان سے بھی یہی ثابت
ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اطاعت امر دونوں مفہوموں پر مشتمل ہے۔ جیسا کہ حسب ذیل
آیات سے بخوبی واضح ہوتا ہے۔

يا ايها الذين امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا و انتم
مسلمون ○ (ال عمران ۲/۱۰۲)

ترجمہ :- اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور
نہ مرنا مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ (یعنی جب تمہیں موت آئے تو وہ بھی اس عالم
میں کہ تم قوانین خداوندی کے سامنے جھکے ہوئے ہو۔)

هو منكم المسلمين من قبل و في هذا — الخ ○ (الحج ۷۸/۷۸)
ترجمہ :- اللہ نے تمہارا نام پہلے بھی مسلم رکھا تھا اور اب اس قرآن میں بھی
تمہارا یہی نام تجویز کیا گیا ہے۔

ما كان ابراهيم يهوديا ولا نصرانيا و لكن كان حنيفا مسلما — الخ
○ (ال عمران ۳/۶۱)

ترجمہ :- یاد رکھو! ابراہیم نہ تو یہودی تھے نہ نصرانی (یہ تمہاری خود ساختہ نسبتیں
ہیں) وہ تو خالص مسلم تھے۔

و لنا و اجعلنا مسلمين لك و من فخرنا امته مسلمته لك — ○
(البقرہ ۲/۱۲۸)

(تعمیر کعبہ کے وقت حضرت ابراہیم واسلحیل علیہما السلام کی دعا اے ہمارے پالنے
والے ہم دونوں کو اپنا مسلمان یعنی مطیع و فرمانبردار بنا اور ہماری نسل سے بھی ایک ایسی
امت پیدا کر کہ جو تیری مسلمان یعنی فرمان بردار ہو۔)

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ لَکُمُ الدِّیْنُ لَا تَمُوْا تَنْ اِلٰہَ وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ
○ (البقرہ/۱۳۲)

یہودیوں کے جد امجد اسرائیل یعنی حضرت یعقوب نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے کہا کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لئے یہی دین پسند کیا ہے۔ پس تمہیں اپنی تمام زندگی اسی کے مطابق بسر کرنی چاہئے اور مرتے دم تک اس کی اطاعت کرتے رہنا چاہئے۔

خلاصہ یہ کہ اسلام قرآن کی زبان میں ایک مخصوص اصطلاح ہے۔ جس سے مراد اطاعت بلا ایمان ہرگز نہیں۔ البتہ وہ اطاعت مراد ہے کہ جو ایمان کے ساتھ ہو۔ البتہ یہ لفظ کہیں کہیں لغوی معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔ جیسے ایمان کا لفظ اپنے مخصوص یعنی اصطلاحی معنی سے ہٹ کر کہیں کہیں محض اقرار لسانی کے مفہوم میں بیان ہوا ہے۔ اس کی بہت سی نظیریں ہیں۔ مثلاً

يٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا کَافِرِیْنَ کُلُوْثًا — ○
(ال عمران ۳/۱۵۶)

ترجمہ :- اے ایمان والو! کافروں کی طرح نہ ہو جانا۔

يٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْ یَّوْمَ ذٰلِکَ مِنْکُمْ مَّنْ هٰیضًا — ○ (المائدہ/۵۳)
اے ایمان والو! تم میں سے جو کوئی دین سے پھرے گا۔ یعنی نظام خداوندی سے بغاوت کرے گا (تو وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ اللہ کا کیا بگاڑے گا)

مختصر یہ کہ ایمان و اسلام کی دو الگ الگ اصطلاحیں ایک ہی فضاء و مفہوم کے لئے ہیں۔ مغالطہ صرف اس لئے ہو جاتا ہے کہ ان لفظوں کو کہیں کہیں لغوی معنی کے بطور استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اوپر قدرے وضاحت سے مذکور ہوا۔

اسلام سراسر سلامتی کا ضامن ہے

اسلام کی تعلیمات نہایت سادہ اور فطرت کے عین مطابق ہیں۔ کیونکہ وہ خود دین فطرت ہے۔ پس دین فطرت کے اوامرو نواہی خلاف فطرت کیسے ہو سکتے ہیں؟ اصول و احکام سے صرف نظر کرتے ہوئے اگر ہم اسلام کے مادہ اشتقاقِ مسلم کو ہی دیکھیں تو پتہ

چل جائے کہ اس کے لغوی معنی نہ تھے، محفوظ رہنے اور امن و سلامتی پانے کے ہیں، جس کے باب افعال سے لفظ اسلام بنا ہے۔ پس جو لفظ اپنی معنویت میں ہی امن و سلامتی کا مظہر ہو، وہ اپنے قبول کرنے والوں کو کیونکر امن و سلامتی کی ضمانت نہ دے گا۔

لفظ اسلام میں امن و سلامتی کا مفہوم دو اعتبار سے موجود ہے۔ اولاً ”معنی لازم کے اعتبار سے“ ثانیاً ”معنی متعدی کے اعتبار سے۔ اول الذکر معنی کے اعتبار سے وہ خود امن و سلامتی کے پالینے سے عبارت ہے اور موخر الذکر معنی کے اعتبار سے دوسروں کو امن و سلامتی فراہم کرنے سے عبارت ہے۔ اور ان ہر دو اعتبارات کی تائید قرآن و حدیث میں موجود ہے۔ معنی لازم کی تائید میں ارشاد ربانی ہے۔

لَمَنْ تَبِعَ هَذَا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ○ (البقرہ ۲/۳۸) ترجمہ :- پس جو کوئی میری ہدایت یعنی اسلام کا پیرو ہوا۔ تو وہ خوف و حزن سے نجات پا گیا۔

دراصل خوف و حزن سے نجات پانا امن و سلامتی اور حفاظت و عافیت کا پالینا ہے۔ اسلام وہ دین ہے کہ جو اپنے پیروکاروں کو ان کی زندگی کے تمام گوشوں اور پہلوؤں میں مضبوط و مستحکم حفاظت و عافیت اور سکون و راحت عطا کرنے کی بھرپور ذمہ داری قبول کرتا ہے۔

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده (الصحيح البخاري جلد اول) ترجمہ :- مسلمان وہ ہے جس کے قول و فعل سے دوسرے مسلمان ہر طرح محفوظ و مامون ہوں۔

در حقیقت مسلمان ہونا جہاں خود کو دوسروں سے محفوظ کرا دیتا ہے وہیں دوسروں کو خود سے محفوظ کر دیتا بھی ہے۔

السلام علیکم کی معنویت

السلام علیکم کا مفہوم بھی اسی معنویت کا حامل ہے۔ جب کوئی مسلمان کسی مسلمان کو سلام کرتا ہے تو دراصل وہ اسے سلامتی کی دعاء دے کر یہ باور کراتا ہے اب تمہیں مجھ سے کوئی خطرہ اور اندیشہ نہیں۔ یونہی جواب دینے والا بھی سلامتی کی دعاء دے کر اسے بتاتا ہے کہ اب تمہیں بھی مجھ سے کوئی خطرہ نہیں۔ یوں حزن و ملال اور خوف و خطر سے بے نیازی کی یہ باہمی فکر دو افراد سے نکل کر پورے معاشرے کو اپنی پرسکون، مسرت

آمیڑ اور خوشگوار لپیٹ میں لے لیتی ہے۔

اسلام ابنائے آدم کو عدل و قسط کے قیام و استحکام کا بھرپور یقین دلاتا ہے۔ وہ ایسا نظام زندگی عطا کرتا ہے جس میں احترام آدمیت ہو۔ وہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ ہم سب ایک ہی اصل کی فرع ہیں۔ ہمارا رنگ، ہماری زبان، ہماری نسل، ہمارا علاقہ اور ہمارا خاندان یقیناً مختلف ہے۔ تاہم سلسلہ نسب (Genealogy) ایک ہی فرد پر ختمی ہوتا ہے اور وہ فرد انسان اول حضرت آدم کی ذات ہے۔ وہ ہمیں عظمت و بزرگی کے جھوٹے مغالطات سے نجات عطا کرتا ہے اور بناء شرف، عقیدہ و کردار کی صحت و صالحیت کو قرار دیتا ہے۔ وہ قومی، لسانی اور جغرافیائی اختلافات کو فطری اختلاف قرار دے کر اسے ذریعہ نفرت و تعصب نہیں بلکہ وسیلہ محبت و اخوت سمجھنے کا درس دیتا ہے۔ اسلام کی یہ پاکیزہ تعلیمات صرف الفاظ کی حد تک محدود نہیں بلکہ ان کے مطابق اس نے مسلمانوں کی ایک عالم گیر برادری کو عملاً قائم کر کے اہل دنیا کو دکھا بھی دیا ہے۔ ایران کے سلمان، حبشہ کے بلال اور روم کے صہیب اس کی واضح اور تابندہ ترمثالیں ہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

تمتہ کے طور پر عرض ہے کہ اسلام اور مسلم وہ اصطلاحیں ہیں کہ جو باری تعالیٰ نے عالم کائنات میں بننے والے نظام خداوندی کی اطاعت کرنے والے تمام انسانوں کے لئے زمان و مکان کے فرق و اختلاف کے باوجود خود منتخب فرمائیں۔ جو از آدم تا اس دم متواتر و معقول ہیں اور واقعتاً یہ باور کرا دیا کہ اللہ کے نزدیک دین پسندیدہ صرف اسلام ہے اور عبد مطلوب صرف مسلم۔

باری تعالیٰ ابنائے آدم کو توفیق بخشے کہ وہ دین پسندیدہ کے قائل و عامل ہو کر سچے مسلم بن جائیں۔ آمین یا رب العلمین ○

المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی (رجسٹرڈ) خدمت کے عمل میں ایک نام ہماری سرگرمیاں

المصطفیٰ کلینکس
المصطفیٰ ہسپتال
المصطفیٰ ایبولینس سروس
المصطفیٰ لیبارٹری
المصطفیٰ ڈائیسٹک سینٹر
المصطفیٰ میڈیکل کمپلیکس
المصطفیٰ مرکز تشخیص
میت گاڑیاں

ہنگامی حالت میں امداد
مستحق طلبہ کیلئے وظائف
المصطفیٰ بیت المال
المصطفیٰ دینی مدارس
المصطفیٰ دینی لائبریریاں
المصطفیٰ انڈسٹریل ہومز

تخیر اور ہمدردی صاحب سے گزارش ہے کہ وہ مذکورہ بالا جن منصوبوں میں جس قدر چاہیں تعاون کے ذریعے حصہ لے سکتے ہیں۔ آپ کی اس امداد سے نہ صرف ہمارا کام آسان ہو گا بلکہ بے لوث کارکنوں کی حوصلہ افزائی بھی ہوگی۔

معلومات و رابطے کیلئے المصطفیٰ ویلفیئر سوسائٹی
ایس ٹی، ون، بلاک ۱۳ سی گلشن اقبال مین یونیورسٹی کراچی
فون 478466 -- 472323

شعبہ نشر و اشاعت کا اجراء

جامع مسجد نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بسم اللہ ٹاؤن، شاہ فیصل کالونی نمبر ۳ کراچی نے اسلام کے آفاقی پیغام کو حسب قدرت عام کرنے کے لیے شعبہ نشر و اشاعت کا اجراء کیا ہے۔ جس کا ہدف اسلام کے علمی و عملی، فکری و اعتقادی، روحانی و انقلابی، دینی و مذہبی پہلوؤں پر مشتمل کتب و رسائل، مقالات و مضامین کا شیوع ہے۔

اس سلسلے میں نوجوان محقق اور فاضل مقرر حافظ محمد شکیل اوج کی گراں قدر تحریرات و خدمات حاصل کر لی گئی ہیں۔ جو وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی میں کلیہ معارف اسلامیہ کے استاذ ہیں۔ حافظ صاحب کا یہ کتابچہ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

سید آغا گل قادری

چیئرمین جامع مسجد نور مصطفیٰ

بسم اللہ ٹاؤن، شاہ فیصل کالونی

کراچی